طرح) جبت اور طاغوت ہوئے ۔

جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن جب 'غیر اللہ' کا انکار اور ایک خدا کی بندگی اور عبادت کی بات کہتا ہے تو اس کے مضمرات کتنے گہرے اور اس کا دائرہ کتنا وسیع ہوتا ہے۔ اس کا مطلب محض بتوں اور مورتیوں کی پوجا پاٹ سے اجتناب ہی نہیں ہوتا بلکہ خدا سے دور اور اس سے منحرف کرنے کی جتنی صورتیں بھی ممکن ہیں اور یہ کام جن مختلف ذرائع سے انجام پاتا ہے، اور جو طاقتیں بھی اس میں شامل ہوتی ہیں۔ غیر اللہ کے انکار کے سلسلے میں ان سب سے اجتناب لازم ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ کسی دیوی دیوتا کا علامتی مظہر بت اور مورتی ہے یا کوئی زندہ انسان یا انسانوں کی کوئی ایسی جماعت جو دوسرے انسانوں کو راہ خدا سے ہٹا کر مختلف پگڈنڈیوں پر ڈال دیتی اور اس طرح عملاً دنیا میں اپنی خدائی کا سکہ جمانے کے درپے ہوتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے جو سورہ زمر کی آیت بالا کے معا بعد خدا تعالیٰ کی خوش خبری پانے والے بندوں کا وصف قرآن نے یہ بیان کیا ہے کہ :

اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ	وہ جو بات (قرآن) کو دھیان سے سنتے ہیں
فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ	اور اس کی بہترین (تعلیم) کی پیروی کرتے ہیں
الَّذِیْنَ ھَدٰىھُمُ اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ	یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ نے راہ بتائی اور
ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (زمر: ۱۸)	یہی سمجھ والے ہیں۔

عبادت اور اطاعت

۲۔ دوسرے مقامات پر قرآن 'عبادت' کے ساتھ 'بے آمیز اطاعت' کو ایک شرط لازم کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ سورۂ بینہ میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور مشرکین ہر ایک سے اسی بے لاگ مطالبہ کا ذکر ہوا کہ :۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا	اور انھیں جو حکم دیا گیا تو بس اس کا کہ (ایک)
اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ	اللہ کی بندگی کریں، اس کے لیے اطاعت
حُنَفَآءَ ○ (۵)	کرنے کو خالص کرتے ہوئے (بالکل) یکسو ہو کر۔

جس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں :

یقول تعالیٰ ذکرہ وما امر اللہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ان یہود و

هٰولاء الیھود والنصاریٰ الذین	نصاریٰ کو جو کہ اہل کتاب ہیں اس کے سوا
ھم اھل الکتاب الا ان	دوسری بات کا حکم نہیں دیا کہ وہ (صرف ایک)
یعبدوا اللّٰہ مخلصین	اللہ کی بندگی کریں۔ 'مخلصین لہ الدین' (اس
لہ الدین یقول مفردین	کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے)
لہ الطاعۃ لا یخلطوا طاعۃ	یعنی اس کے لیے اطاعت کو خالص کرتے
ربھم بشرک ۹	ہوئے، اس طور پر کہ وہ اپنے رب کی اطاعت
	کے ساتھ شرک (وغیرہ) کی کوئی آمیزش نہ کریں۔

آیت کریمہ میں دوسرا لفظ 'حنفاء' کا استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ کمال درجہ یکسوئی کے ہیں۔ اس کی تشریح میں علامہ موصوف نے اپنی سابق تحقیق کا حوالہ دیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ تفصیلی گفتگو انھوں نے سورۂ بقرہ کی آیت:۔

وَقَالُوْا کُوْنُوْا ھُوْدًا اَوْ نَصَارٰی	وہ کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو تم
تَھْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ	ٹھیک راستے پر رہو گے۔ کہو نہیں بلکہ تم
حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ	ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کرو، جو یکسو تھا
(۱۳۵)	اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔

کے تحت کی ہے۔ جس میں وہ ان لوگوں سے اختلاف کرتے ہیں جو اس مقام پر 'ملتِ ابراہیمی' پر یکسو ہونے سے صرف 'حج' یا 'ختنہ' وغیرہ کو مراد لیتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ پورے معاملات زندگی میں طریقۂ ابراہیمی کی پیروی کرتے ہوئے ذہنی وفکری یکسوئی کے ساتھ عملی استقامت اور ثابت قدمی کو بھی لازم قرار دیتے ہیں:

> "ابو جعفر نے کہا کہ میرے نزدیک 'حنیف' کی حقیقت ابراہیم کے دین پر جمنا اور ان کے طریقہ کی (مکمل) پیروی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ 'حنیفیت' اگر صرف حج بیت اللہ ہوتی تو ضروری ہوتا کہ وہ اہل شرک جو زمانہ جاہلیت میں اس کا حج کرتے تھے، انھیں 'حنیف' کہا جائے۔ جبکہ اللہ نے اس کے حنفی طریقہ ہونے کی نفی کی۔ فرمایا: وَلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (بلکہ وہ یکسو، اطاعت گزار تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا) یہی بات 'ختان' (ختنہ) پر صادق آتی ہے۔ اس لیے کہ 'حنیفیت' اگر صرف